مولانا سمیع الحق

انسانی مجد و شرف کا حقیقی معیار

— اور —

اسلام کی حقیقت شناسی

۲۰ نومبر کو جناب مدیر الحق مولانا سمیع الحق مدظلہ کے دارالعلوم کی جامع مسجد میں خطبۂ جمعہ کو ٹائپ ریکارڈر کے ذریعہ محفوظ کر لیا گیا تھا۔ اور اب اسے کیسٹ سے نقل کر کے قارئین کی خدمت میں پیش کیا جا رہا ہے اور انشاء اللہ آئندہ بھی یہ سلسلہ جاری رکھا جائے گا۔

(ع۔ق۔ح)

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم۔

قال النبیؐ: ان اللہ لا ینظر الی صورکم و اموالکم ولکن ینظر الی قلوبکم و فی روایۃ الی نیاتکم او کما قال علیہ السلام۔

اس حدیث مبارک میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انسانیت کا معیار بیان فرمایا ہے کہ انسان کس وجہ سے انسانیت کے مقام پر فائز ہوتا ہے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولؐ کے نزدیک کونسی چیز مقبولیت کا ذریعہ ہے اور کیا چیز مردود ہے۔ اللہ نے انسان کو پیدا فرمایا اور اشرف المخلوقات بنایا۔ یہ سب کائنات انسان کے لئے پیدا کی گئی یہ بحر و بر، یہ آسمان و زمین، یہ بادل، یہ نباتات و جمادات اور عناصر اربعہ غرض ان سب کی تخلیق کا مقصد صرف اور صرف یہی تھا کہ یہ انسان کے لئے کارآمد ہوں۔ جیسے ہم گھر میں بچوں کے لئے دنیا کی تمام ضروریات جمع کرتے ہیں۔ چارپائی، چٹائی، پنکھا، چولہا، بجلی، لحاف یہ کوئی نہیں کہہ سکتا کہ گھر میں کوئی چیز گھر والوں کے کام کی نہیں۔ ایسے ہی کائنات کی تمام تخلیقات کا مقصد، انسان کا آرام و بقا اور اس کی خدمت قرار دیا گیا ہے۔ گویا اصل چیز جس کو اس کائنات میں اللہ تعالیٰ نے پیدا کرنا چاہا وہ انسان ہے۔ باقی سب چیزیں اسباب، وسائل ذرائع اور انسان کے خادم ہیں۔ اللہ پاک کا ارشاد گرامی ہے:۔

انی جاعلٌ فی الارض خلیفہ میں اس کائنات میں اپنا ایک نمائندہ اور جانشین اور خلیفہ پیدا کرنا چاہتا ہوں۔ یہ چھوٹا سا متحرک جرثومہ جسے اللہ تعالیٰ نے انسان کی شکل میں پیدا فرمایا۔ اسی میں سب کائنات کو سمو دیا ہے عرش

سے فرش تک کا نظام کائنات اکبر کہلاتا ہے تو یہ چار پانچ فٹ کا انسان گویا کہ کائنات اصغر ہے ؎

اتحسب انک جرم صغیر   وفیک انطوی عالم اکبر

انسان سے کہا گیا ہے کہ تو خود کو ایک چھوٹے وجود کی حقیر چیز سمجھ رہا ہے۔ حالاں کہ اللہ تعالیٰ نے تمام عالم اکبر کو تیرے اس چھوٹے سے وجود میں سمو دیا ہے۔ کیا انسان میں کمالات تھے؟ بہادر اور پہلوان تھا یا تمام مخلوقات پر یہ بھاری اور طاقت ور تھا؟ ایسا نہیں، بلکہ تمام مخلوقات سے کمزور ترین مخلوق انسان ہے۔

اگر قوت و بہادری یا شجاعت و دلیری کی وجہ سے خلافت اور نیابت کا شرف اسے ملا ہوتا تو پھر چاہیے تھا کہ اللہ پاک شیر کو اپنا خلیفہ بناتے کہ وہ بہادر اور شجیع ہے۔ اور اگر نیابت کا مدار طاقتوری اور جسامت ہوتی، یا موٹاپا اور عظیم قامت ہوتی پھر تو چاہیے تھا کہ ہاتھی کو اللہ پاک اپنا خلیفہ بناتے۔ سرکش گھوڑے کو نیابت عطا فرماتے۔ صرف یہ کیا سینکڑوں اور ہزاروں انواع کی اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہے جو انسان سے قوت طاقت جسامت اور بہادری میں کئی گنا بڑھ کر ہے۔ اور یہ بھی نہیں کہ انسان کو کھانے کی وجہ سے خلافت دی گئی ہے یا اسی غرض کے لئے اس کی تخلیق ہوئی ہے۔ جیساکہ اس دور میں کائنات کے تمام لوگوں کا سب سے اہم مسئلہ خوراک کا مسئلہ ہے اور آج جتنے نعرے لگ رہے ہیں نظریئے قائم ہو رہے ہیں ازم پھیلائے جا رہے ہیں یا دنیا کی بڑی اور بین الاقوامی طاقتیں اور بڑی بڑی حکومتیں ہیں۔ ان کا نظام تعلیم، یا فلسفہ، سب کا مقصد پیٹ بھرنا اور کھانا ہے کہ بس عیش و عشرت سے زندگی گذارو اور مزے لے لے کر کھاؤ۔ اس انداز سے ایسا معلوم ہوتا ہے اور لوگ یہ سمجھنے لگے ہیں کہ انسان کو اس لئے خلیفہ بنایا گیا کہ وہ کھانے اور عمدہ طعام تیار کرنے کا ماہر ہے۔ پھر تو چاہیے تھا کہ اللہ پاک یہ اعزاز ایک بیل کو عطا فرماتے کہ وہ ہم انسانوں سے زیادہ کھاتا ہے اور ہاتھی کو نیابت کا اعزاز بخشا جاتا کہ وہ زیادہ خوراک کھاتا ہے۔ آپ کائنات میں غور کریں ایک ایک مچھلی اتنا کھانا کھاتی ہے کہ وہ ہمارے تصور میں بھی نہیں آسکتا کہ دس ہزار انسان مل کر بھی اتنا نہیں کھا سکتے۔

حضرت سلیمان علیہ السلام کو شوق پیدا ہوا کہ آج میں اللہ تعالیٰ کی مخلوقات کی دعوت کرنا چاہتا ہوں تو اللہ پاک کی بارگاہ میں عرض کیا کہ ساری مخلوقات کے ایک وقت کے کھانے کی دعوت میں تیار کروں گا۔ آپ ان کے ایک وقت کے کھانے کا ذمہ مجھے مرحمت فرمادیں۔ خواہ سمندر میں رہتے ہیں یا ہواؤں میں اڑتے ہیں یا خشکی میں بستے ہیں۔ اللہ پاک نے اجازت مرحمت فرمائی۔ تو حضرت سلیمان علیہ السلام نے بڑے وسیع اور عظیم پیمانے پر انتظامات شروع کر دئے۔ کیونکہ ان کے ساتھ جنات اور ہمہ نوع مخلوقات تابع و معاون تھی۔ تمام لشکروں کو مدتوں لگائے رکھا۔ میلوں وسیع دسترخوان پھیلائے گئے۔ جب کھانے تیار ہوگئے، تو پوچھا گیا سلیمان! کس مخلوق کو پہلے آپ کے دسترخوان پر بھیج دیا جائے۔ سمندر کی مخلوق، ہوا کے پرندے، یا انسان حاضر ہوں۔ حضرت سلیمان نے عرض کیا اولاً سمندروں کی

مخلوق کھانا کھالے ۔ بعد میں خشکی اور فضا کی مخلوقات کو اپنی باری پہ بلا لیا جائے گا۔

ادھر سمندر میں بھی مچھلیوں اور زندہ رہنے والی مخلوقات کے مختلف اور متعدد انواع ہیں۔ سائنسدانوں کی تحقیق کے مطابق اب تک حیوانات میں پانچ لاکھ انواع مخلوق کی معلومات ہو چکی ہیں۔ انسان ایک مستقل نوع ہے بکری علیحدہ نوع ہے۔ گھوڑا علیحدہ نوع ہے اور ہر نوع میں اربوں کھربوں کے لحاظ سے افراد ہوتے ہیں۔ تو سمندر کے حیوانات میں سے حضرت سلیمان ؑ کے ارشاد پہ ایک مچھلی نے منہ نکالا ۔ اور دسترخوان کے ایک طرف سے کھانا شروع کیا کھانا کیا تھا کہ ایک ہی لمحہ میں تمام دسترخوانوں کو نگل ڈالا۔ اور یہ تو عام مشاہدہ کی بات ہے کہ ایسے بڑے بڑے سمندری جانور بھی ہیں جو ایک ٹکر سے جہاز کو الٹ دیتے ہیں۔

اب حضرت سلیمان پریشان ہوئے کہ میں کیا کروں گا ؟ کیونکہ ادھر یہی مچھلی منہ کھولے حضرت سلیمان ؑ سے درخواست کر رہی تھی کہ میرے لئے مزید کھانے کا انتظام کرو۔ ابھی اس کو اپنی روزانہ کی یومیہ مقدار کا کھانا نہیں ملا تھا۔ حضرت سلیمان ؑ نے فرمایا تجھے کیا ہوا تو نے تو میرے مہینوں کی محنت اور میلوں پھیلے ہوئے دسترخوانوں کا صفایا کر دیا۔ ساری مخلوقات کے سامنے مجھے شرمندہ کر دیا۔ اب اور بھی مطالبہ کر رہی ہے ۔ مچھلی نے عرض کیا ، اے سلیمان ؑ ! آپ تو میرے ایک وقت کے کھانے پر تنگ ہو گئے اور اس کا بھی صحیح انتظام نہ کر سکے ۔ یہ آپ سے جتنا کچھ بھی کھایا ہے۔ اللہ پاک مجھے روزانہ اس کا سہ چند عطا فرماتے ہیں۔

حضرت سلیمان علیہ السلام یہ سن کر اللہ کی بارگاہ میں سجدہ ریز ہو گئے ۔ اور کہا سبحان اللہ ، اللہ تیری ہی ذات رزاق ہے تو ہی اپنی مخلوق کو پالتا اور ان کے رزق کا انتظام کرتا ہے ۔ یہ کسی انسان یا کسی بھی دوسری طاقت کا کام نہیں۔

بہر حال عرض یہ کر رہا تھا کہ یہ روٹی وغیرہ انسان کا مسئلہ ہی نہیں۔ روٹی کپڑا مکان یہ اللہ کا مسئلہ ہے اس کے اختیار میں ہے مگر انسان نے اسے اپنے ہاتھ میں لے لیا ہے تو اب اسی مسئلہ میں پھنس کے رہ گیا جیسے دلدل میں کوئی پھنس جاتا ہے ۔ تو نکلنا دوبھر ہو جاتا ہے ۔ مگر انسان آج تک اسی ایک روٹی کا مسئلہ حل نہیں کر سکا ۔ اگر یورپ والے ہیں یا کمیونزم ہے یا چینی نظریہ ہے سب اس لئے ہے کہ انسان کے لئے روٹی کپڑا مکان پورا کر لیں مگر یہ تصور غلط ہے،

ما ارید منھم من رزق وما ارید	میں نہیں چاہتا ان سے روزینہ اور نہیں چاہتا
ان یطعمون ان اللہ ھو الرزاق ذوالقوۃ	کہ وہ مجھ کو کھلائیں اللہ جو ہے وہی ہے روزی
المتین ٥	دینے والا زور آور۔

یہ لوگ تو بد بخت ہیں کہ خدا کے کاموں میں دخل اندازی کرتے ہیں منصوبہ بندی کرتے ہیں ۔ کہ آبادی بڑھ رہی ہے وسائل بڑھ رہے ہیں رزق اگر کم ہوا تو لوگ بھوک سے مر جائیں گے ۔ برتھ کنٹرول چاہئے مگر یہ سب غیر فطری طریقے

طریقے ہیں۔ کیونکہ انسان نے خدا کا کام اپنے ہاتھ میں لے لیا ہے تو اللہ تعالیٰ نے بھی ڈھیل دے دی ہے کہ تم اب اسے پورا کرو، تکمیل کرو۔ تو انسان اسی دلدل میں پھنس گیا کہنے لگا، بچوں کا قتلِ عام کرو۔ منصوبہ بندی سے اولاد بند کرو۔ آپریشن کراؤ۔ کہ صرف دو بچے پیدا ہوں۔ چین میں بڑا انقلاب آیا ہے۔ خدا کی خدائی سے انکار اور بغاوت کر بیٹھے ہیں۔ ایک ارب سے زیادہ انسان ہیں۔ مگر وہ ان کی روٹی کا انتظام نہیں کر سکتے۔ مجھے چند سال قبل جب چین جانا ہوا تھا تو اس وقت چین میں صرف دو بچوں کی اجازت تھی۔ زیادہ بچے نہیں پیدا کئے جا سکتے تھے اور یہ قانونی جرم تھا۔ مگر چینی حکومت دو بچوں کی شرح پیدائش سے بھی تنگ آ گئی۔ اب سنا ہے کہ وہاں کا قانون بنا رہے ہیں کہ صرف ایک بچہ پیدا کرنے کی اجازت ہو کروڑوں بچے جو پیدا ہونے والے تھے۔ زہریلی ادویات سے انہیں قتل کر دیا گیا۔ اللہ کے کام میں دخل دیا تو خدا نے سزا دی کہ اپنے لختِ جگر اور جگر گوشوں کو اپنے ہی ہاتھوں قتل کرا رہے ہیں۔

چین کا کمیونزم انسان کو روٹی نہ دے سکا۔ یورپ اور امریکہ کا سارا نظام انسان کا پیٹ بھرنے اور پھر خالی ہو جانے کی گویا ایک مشینری ہے۔

یہ عرض کر رہا تھا یہ کھانا وغیرہ انسان کی وجہ شرافت و خلافت اور معیار نیابت نہیں۔ اور یہ کہنا بھی غلط ہے کہ شادی بیاہ اور جنسی خواہشات کی وجہ سے انسان کو اشرف المخلوقات ٹھہرایا گیا کیونکہ اگر ایسا ہو تو وہ حیوانات اشرف المخلوقات بنا دئے جاتے جو انسان سے جنسی خواہشات میں ہزار چند بڑھ کر ہیں۔ ایک چڑیا کی شہوانی قوت انسان سے بڑھ کر ہے۔ یہ سب چیزیں انسان کی شرافت اور مقبولیت کا معیار نہیں تھیں۔ اور اگر انسان سب چیزوں سے بے نیاز، سب سے زیادہ طاقت ور مضبوط اور غیر منقاد قرار دیا جائے اور اس کو اس کی وجہ شرافت قرار دیا جائے تو یہ بھی غلط ہے۔ آپ غور فرمائیں کہ مخلوقات میں سب سے زیادہ بے کس، بے بس اور محتاج انسان ہی ہے۔ ہر ہر چیز کے ہم محتاج ہیں اور وہ ہماری زندگی کا ذریعہ ہیں اور ہم کسی چیز کے کام نہیں آتے۔ ہمیں تو روٹی، زمین، کاشت، پانی، فصل کٹائی، صفائی، آٹا گوندھنا سب کے لئے احتیاج ہے۔ ؎

ابر و باد و مہ و خورشید و فلک در کار آمد
تا تو نانے بکف آری و بہ غفلت نہ خوری

آسمانوں کی گردش، یہ بادل، سورج، چاند تارے، پانی سب گردش میں ہیں۔ اور مصروف کار ہیں کہ انسان کے لئے روٹی کا نوالہ بنایا جائے۔ گویا انسان کائنات کے ذرّے ذرّے کا محتاج ہے۔ انسان مسکین کا ایک مشکیزہ ہے۔ اگر سورج بادل، روشنی یا پانی اور ہوا وغیرہ میں سے کوئی ایک چیز بھی ختم کر دی جائے۔ تو انسان زندہ نہیں

رہ سکتا۔ اور بصورت دیگر اگر دنیا بھر سے انسان فنا کر دیا جائے کوئی متنفس باقی نہ رہے تو دنیا کے نظام میں کوئی کمی نہیں آتی۔ کسی چیز کا کوئی نقصان نہیں ہوتا۔ انسان کے نہ ہوتے سے پانی۔ گندم۔ جوار۔ گھاس اور ہوا اور فضا کا کوئی نقصان نہیں۔ مخلوق کی کوئی چیز انسان کی محتاج نہیں۔ معلوم ہوا دنیوی نظام و رابطہ میں انسان پر کوئی نظام موقوف نہیں۔ انسان کے لئے ساری کائنات مسخر کر دی۔ اور اس کے تابع و محکوم بنا دی۔

وسخر لکم ما فی السموات — جو کچھ آسمانوں میں ہے وہ اللہ نے تمہارے لئے مسخر کر دیا ہے

وسخر لکم ما فی الارض — جو کچھ زمین میں ہے وہ اللہ نے تمہارے تابع کر دیا ہے۔

وسخر لکم الانعام — اور مویشی اللہ نے تمہارے تابع کر دئے ہیں۔

وسخر لکم البحر — اور اللہ نے دریاؤں کو تمہارے فرماں بردار کر دیا ہے۔

وسخر لکم ما فی الارض جمیعا — جو کچھ زمین میں ہے سب تمہارے لئے مسخر کر دیا ہے۔

قرآن میں ہر ہر چیز کی تسخیر کا اللہ پاک نے ذکر فرمایا ہے کہ سب کائنات میں نے انسان کے بیگار میں دے دی ہے۔ بیگار میں نہ تنخواہ ہوتی ہے نہ روٹی دینی پڑتی ہے بس بیگار میں آنے والے کام کرنے پر مجبور ہوتے ہیں۔ خدا نے ساری کائنات انسان کے لئے گویا بیگار میں لگا دی ہے۔ سورج بغیر تنخواہ کے گردش میں ہے ہوا اور دریا بغیر تنخواہ کے مسخر ہیں۔

وجہ اللہ پاک نے بیان فرمائی کہ انسانیت کا معیار و مقبولیت دولت بنک بیلنس نہیں، نہ حسن و جمال اس کا معیار ہے۔ صورت کی وجہ سے فضیلت نہیں دی۔ صورت تو فتنوں کا باعث بنتی ہے۔ مگر باطن اور اندر کی صفائی انسان کی نجات کا ذریعہ بنتی ہے۔ اگر صورت پر ہوتا تو سب انسان ایک مقام پر ہوتے کہ سب کی صورت ایک جیسی ہے مگر کوئی ابوجہل ہے اور کوئی ابولہب ہے اور کوئی پیغمبر ہے کوئی ظالم ہے کوئی مصلح ہے۔ مولانا روم فرماتے ہیں ؎

گر بہ صورت آدمی انسان بدے
احمد و بوجہل ہم یکساں بدے

اگر صورت پر ہوتی تو ابوجہل و ابولہب اور ابوبکرؓ و عمرؓ کا ایک مقام ہوتا۔ لیکن ایک طبقہ اسفل السافلین میں پہنچ گیا۔ اور دوسرا رتبہ و مقام میں فرشتوں سے بھی بڑھ گیا ؎

آنچہ مے بینی خلاف آدم اند — نیستند آدم غلاف آدم اند

جب اندر سے ڈھانچہ خالی ہے اور روح اندر نہیں ہے، سیرت نہیں صورت کیا فائدہ دے گی، جوانی ہے حسن ہے، بیماری کا ایک دورہ ہوا سارا حسن بہا کر ساتھ لے گئی۔ بڑھاپا آتا ہے حسن ختم ہو جاتا ہے۔ بال سفید

ہو جاتے ہیں چمڑی لٹک آتی ہے دانت اکھڑ جاتے ہیں پھر اسی اولیں حالت کو لوٹا دیا جاتا ہے۔

ومن نعمرہ ننکسہ فی الخلق

صورت جتنی بھی اچھی ہو فانی ہے۔ حضرت حکیم الامت مولانا تھانویؒ نے ایک حکایت بیان فرمائی کہ ایک شخص کسی حسین وجمیل لڑکی پہ فریفتہ ہو گیا۔ اور کسی شیخ کا مرید تھا۔ اس نے ہزار چند اصلاح کی کوشش کی مگر محبت ختم نہ ہو سکی جب کوئی صورت بھی کارگر ثابت نہ ہوئی۔ تو ایک حکیم کے ذریعہ اس لڑکی کو تیز جلاب پلا دیا جس سے مسلسل جریان بطن ہوا کہ لڑکی نڈھال، نحیف و نزار ہو گئی۔ حسن جاتا رہا شکل بدل گئی کہ پہچانی نہیں جاتی تھی۔ محب کو بلایا گیا کہ محبوبہ کے قریب آؤ اور دید و وصال کے مزے اٹھاؤ۔ مگر محب نے اس کے محبوبہ ہونے سے انکار کر دیا۔ تو اسے بتایا گیا یہ اسی محبوبہ کا ڈھانچہ ہے جس کے تم چاہنے والے ہو، مگر جس کے تم محب تھے وہ فانی حسن تھا جو نجاست ہیں اس نے بوجہ جریان بطن کے انڈیل دیا ہے وہ غلاظت ہے اس سے غرض اس کو سمجھانا تھا کہ حسن ظاہری انسانیت نہیں بلکہ یہ تو چند روز کی رعنائی ہے زیبائش ہے۔

تو اللہ پاک نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے اعلان کرا دیا کہ معیار شرافت ظاہری حسن و کمال اور دنیا کی متاع و مال نہیں کہ مالدار ہو تو اللہ راضی ہوگا اور کروڑپتی ہو۔ تو حضور کی شفاعت حاصل ہوگی۔ یہ بات نہیں اللہ خزانوں کا مالک ہے۔ ہمیشہ سے تمام انبیاء کرام کے محنتوں اور تعلیمات کا محور انسان کی باطنی سیرت رہی ہے۔ حضرت یوسف علیہ السلام انتہائی حسین اور جمیل تھے حسن و جمال کی وجہ سے عورتوں کے فتنہ کا نشانہ بن گئے پریشان ہوئے، الزامات آئے جیل میں پہنچ گئے۔ کئی سال مصر کے جیل خانہ میں پڑے رہے مگر جیل کے اندر جب کمال ظاہر ہوا، نبوت و تعلیمات، وحی و بصیرت اور علم و سیرت ظاہر ہوئی تو اللہ نے آپ کو جیل سے مصر کے تخت پر پہنچا دیا۔ صورت و شکل نے جیل پہنچا دیا تھا۔ خود حضرت یوسفؑ نے فرمایا کہ قحط آرہا ہے تباہی و آزمائش آرہی ہے خزانے میرے حوالے کر دو کہ تم ان کو سنبھال نہیں سکتے۔

اجعلنی علی خزائن الارض انی حفیظ علیم ہ

مجھے ملک کے خزانوں پر مقرر فرما دیجئے میں نگہبان ہوں خوب جاننے والا۔

کہ خدا نے مجھے علم و معرفت دی ہے سیرت دی ہے میں خزانوں اور منصوبوں کو چلا سکتا ہوں۔ یہ نہ کہا کہ میں حسین و جمیل ہوں بلکہ سیرت و کمال کا اظہار کیا اِنّی حفیظٌ علیم کہ مجھے علم حاصل ہے کام سمجھتا ہوں۔ دیانت دار ہوں، محافظ ہوں۔ بددیانت نہیں۔ عزیز مصر کو حضرت یوسفؑ نے علم و دیانت پیش کیا، حسن نہیں پیش کیا اسی علم و دیانت نے یوسفؑ کو تخت مصر پر پہنچایا۔

ہمارے اکابر اور اسلاف امت کی نظر شکل و صورت پر نہ تھی، سیرت پر تھی، ہمارے بڑے بڑے اکابر علماء

اسلاف امت، جو دین کے ستون اور علم کے پہاڑ تھے۔

حضرت عطا ابن ابی رباح، جلیل القدر تابعی ہیں۔ امام ابوحنیفہ کے ہزاروں شاگرد ہیں اس قدر اساتذہ و ائمہ و اکابر ہیں صرف آپ کے متعلق ان کا قول ہے کہ

ما رأیت افضل من عطاء بن ابی رباح۔	میں نے حضرت عطا سے زیادہ افضل اور بہتر استاد نہیں دیکھا۔

جب حضرت عطا وفات ہوئے تو مدینہ منورہ میں ایک کہرام برپا ہو گیا اور کئی روز تک لوگ غم و اندوہ میں تھے اور کہتے تھے کہ ہم سے عافیت کی چادر دور ہو گئی ماوجدناہ الا کالعافیہ

عافیت بہت بڑی دولت ہے نہ ہو تب پتہ لگتا ہے یہ آج اللہ نے ہم سب پر عافیت کی چادر ڈالی ہوئی ہے ہم عافیت میں ہیں بے غم ہیں، صحت مند ہیں، کھانا پینا اللہ پاک عطا فرماتے ہیں خاص کر طلبہ کے ساتھ تو اللہ تعالیٰ کا بہت بڑا احسان ہے، بے غم و بے فکر کر دیا ہے ماں باپ نے اپنے دنیوی کاروبار اور ذاتی و خاندانی خدمات ترک کرا کے، خالص تحصیل علم و خدمت دین کے لئے اپنے سے جدا کر دیا ہے۔ والدین خود مزدوری کرتے ہیں محنت کرتے ہیں مگر اولاد کا پیٹ پالتے ہیں خالص عافیت ہے ابتلا نہیں، آزمائش نہیں۔ مگر جس انسان سے عافیت ختم ہو جاتی ہے بیماری میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ آزمائش میں گھر جاتا ہے، آفات آجاتے ہیں تب عافیت کی قدر پیدا ہوتی ہے۔

اللهم انا نسئلك العفو والعافيه في الدين والدنيا والآخره	اے اللہ ہم آپ سے دنیا و آخرت اور دین کے معاملات میں عافیت کا سوال کرتے ہیں۔

یہ آپ ﷺ اور حضرات صحابہؓ کی محبوب دعا تھی کہ عافیت کا سوال کرو۔ جن قوموں سے عافیت ختم ہوئی ان پر کیا گذری۔ ہمارے بھائی یہ افغان مہاجرین و مجاہدین افغانستان میں اپنے گھروں میں، باغوں میں، لطف و عیش میں تھے امن و امان تھا، سکون تھا اپنے گھر تھے اپنی زمینیں تھیں۔ اپنی سواریاں تھیں آزادی تھی، عافیت تھی، سب کچھ تھا مگر اس کی قدر نہ کی۔

آج اللہ نے وہ نعمت چھین لی۔ عافیت کی چادر اتار لی۔ تو کیا حال ہوا۔ جلاوطنی ہے ہجرت ہے۔ صحراؤں اور ریگستانوں کی زندگی ہے نہ کھانا ہے نہ عیش و عشرت ہے۔ اب عافیت کی چادر کا احساس ہوتا ہے۔ بہرحال حضرت عطاؒ گویا اہل مدینہ کے لئے عافیت تھے جب وفات ہوئے تب پتہ چلا کہ عافیت کی چادر چھن گئی۔ امام اصمعیؒ کا ہم سب نام سنتے ہیں۔ لغت کا عظیم امام ہے ان کا قول حجت ہے علوم عربیہ کے بادشاہ ہیں شکل و صورت کی یہ حالت تھی کہ ہارون الرشید جو ایک عظیم بادشاہ گذرا ہے۔ ایک دنیا پر اس کی سلطنت تھی۔ بڑا دبدبہ تھا، علم کا خادم تھا اس کی ایک لونڈی تھی حسین، جمیل، شاعرہ و ادیبہ، فصیحہ و بلیغہ۔ اس زمانہ میں علم کی قدر تھی۔ غلام تھے مگر آج ہم انہیں سیدنا و امامنا

سے یاد کرتے ہیں۔ تو یہ لونڈی بڑی سرکش تھی، نازونخرے تھے اتنے بڑے بادشاہ کے قابو میں نہیں آرہی تھی۔ بادشاہ پریشان تھا کہ اس قدر زر وجواہر میں لدی ہوئی ہے۔ پھر بھی سرکشی سے باز نہیں آرہی۔ اب ہارون الرشید کے دماغ میں تدبیر آئی۔ ہوا یوں کہ لونڈی دربار میں آئی۔ امام اصمعی بھی تشریف فرما تھے۔ بادشاہ نے حضرت اصمعی کی خدمت میں عرض کی کہ حضرت تشریف لائیے، یہ لونڈی آپ کے حضور بطور تحفہ پیش خدمت ہے قبول فرمایئے۔ لونڈی یہ سنتے ہی ہارون الرشید کے پاؤں پڑ گئی روتی اور چلاتی تھی کہ مجھے آگ میں جلا دو مگر اس جیسے بدشکل مولوی کو مجھے نہ دو۔

ہارون نے کہا کہ بس میں مجبور تھا کہ تجھے اس ترکیب سے درست کرایا جا سکتا ہے۔ اصمعی کی شکل وصورت کا یہ حال تھا مگر خدا نے علم دیا تھا فضیلت دی تھی، کمالات دیئے تھے اب سب کے امام ہیں۔

جاحظ، ایک بڑے باکمال امام گذرے ہیں طلبہ جانتے ہیں کہ ان کا کیا مقام تھا۔ چار ستون ہیں ادب عربی کے، جس طرح فقہ کے چار امام ہیں، ان پر علوم عربیہ کی عمارت قائم ہے۔ ان میں ایک حضرت جاحظ ہیں جن کا نام علم کی ضمانت ہے مگر شکل وصورت کا یہ عالم تھا کہ:۔

راستے میں جارہے تھے ایک بوڑھی عورت کھڑی تھی عرض کی حضرت! میرے ساتھ تشریف لائیے میرا تمہارے ساتھ کام ہے کچھ ضرورت ہے۔ آپ کو ساتھ لیا اور لے جاکر ایک زرگر کی دکان کے سامنے کھڑا کر دیا اور دکاندار سے مخاطب ہو کر کہا۔ کہ یوں بناؤ اس شخص کی طرح۔ پھر وہ بوڑھی عورت حضرت جاحظ کو دعائیں دیتی چلی گئی کہ میرا کام ہو گیا۔ عورت چلی گئی، جاحظ دوکاندار سے پوچھنے لگا۔ کیا بات ہے عورت کس لئے مجھے لائی اور آپ سے کیا کہہ کر چلی گئی۔ جب امام جاحظ نے اصرار کیا تو دوکاندار نے صورت حال بتا دی اور کہا کہ اس عورت نے مجھے کہا تھا کہ شیطان کی صورت بنا دو سونا بھی لے آئی تھی مالدار عورت ہے۔ تو میں نے کہا کہ شیطان کی کیا صورت اور کیا شکل ہے کوئی نمونہ دکھاؤ تب بنا سکوں۔ وہ عورت آپ کو پکڑ لائی اور اشارہ کر دیا کہ یہ شخص شیطان صورت ہے اس جیسی تصویر بنا دو۔ تو آج کسے علم ہے کہ جاحظ کی یہ صورت تھی۔ یہ صورتیں اور ظاہری بدصورتیاں سب چھپ جاتی ہیں جب سیرت کا کمال آتا ہے سرداری، بادشاہی، علم، سیادت، قیادت قوموں کو حاصل ہو جاتی ہے۔

لہٰذا صورت کو شریعت نے معیار نہیں بنایا۔ اصل معیار جسم نہیں ہے بلکہ سیرت ہے۔ اندر کے کمالات ہیں۔ روح ہے۔ جس کی وجہ سے انسان ساری کائنات کا تاجدار ہے۔ آج ساری کائنات جسم پر محنت کر رہی ہے صورت پرستی اور مادہ پرستی کا دور ہے کہ جسم کو آرام سے رکھا جائے۔ بہترین محلات ہوں۔ آرام کے لئے نرم بستر عمدہ اور لذیذ کھانے ہوں۔ کپڑے، سواریاں، جہازوں میں اڑنا ہو، چاند پر پہنچنا ہو۔ آج یورپ میں جس قدر یونیورسٹیاں ہیں تعلیمات ہیں اور جس قدر فلسفے ہیں، نظریئے ہیں یورپ اور امریکہ میں یہ سب جدوجہد اس لئے نہیں

کہ انسان میں انسانیت پیدا ہو، اخلاق پیدا ہوں، علم و بصیرت اور روح پیدا ہو۔ اس پر توجہ نہیں یہ سب مادہ پرستی ہے جس کا معنیٰ صرف اور صرف یہ ہے کہ کھانا پینا اور نکالنا۔ تعلیم ہو۔ کلرکی ہے۔ بابو بن جائیں۔ افسری حاصل ہو۔ جوار کی روٹی کی جگہ ڈبل روٹی کا کھانا ہو۔ موٹروں میں پھریں جہازوں میں اڑیں بقول اکبر آبادی مرحوم ؎

چند دن کی زندگی ہے کوفت سے کیا فائدہ
کھا ڈبل روٹی۔ کلرکی کر خوشی سے پھول جا۔

اکبر الہ آبادی مرحوم بڑے پتے کی باتیں کہہ گئے ہیں انہوں نے مغربی تہذیب اور مادہ پرست لوگوں پر خوب نشتر چلائے ہیں۔ آخر یہ مقام ہے تعلیم کی اور نہ نتیجہ کلرکی ملا۔ اگر بڑے سے بڑا سیکرٹری بھی کسی محکمے کا بن جائے تو وہ بھی ایک کلرک ہی ہے یہی اس کی زندگی ہے۔

ذالك مبلغهم من العلم مبلغ علم ہی یہی ہے کہ تعلیم حاصل ہو کلرک بن جائیں، بابو، افسر اور سیکرٹری بن جائیں ۵۰، ۶۰ سال کی عمر میں پہنچے تو پنشن پائیں پھر ہاتھ میں ڈنڈا لیے سڑکوں پر ٹہلتے رہیں کہ وقت گذارنا ہے۔ اور بعض تو وقت گذارنے کے لئے کتے پالتے ہیں۔ یہی خلاصہ نکلا، زندگی کا پھر فائدہ کیا نکلا یا کالوں کما یا کلون الانعام و یتمتعون یورپ ہے یا کمیونزم والے ہیں یا روس ہے سب دنیا کو متمتع قرار دے کر مزے لوٹ رہے ہیں کوئی زندگی کا مقصد نہیں یہ انسانیت کا معیار نہیں۔

آج کی سیاست، ازم، انقلابات اس کے تابع ہو گئے امریکہ نے سرمایہ دارانہ نظام اپنایا حلال ہو یا حرام جواز یا عدم جواز سے کوئی سروکار نہیں بس سرمایہ جمع کرنا ہے۔ کامیاب انسان وہی ہے جس نے زیادہ مال جمع کر لیا۔ بنک بڑے بڑے ہوں تمام معاشرے کا خون سودی نظام کے ذریعے چوس لینا کمال بنا لیا گیا ہے ——— ڈاکہ، سمگلنگ ملاوٹ، چوری، ظلم اس سے کوئی سروکار نہیں۔ بس سرمایہ جمع کرو۔ تو ایک انسان قارون کی طرح خزانہ پر بیٹھ گیا لاکھوں انسانوں کا حق مار ڈالا، ظلم کیا، اب غربا اور مظلوم مجبور ہوئے انہوں نے غیر فطری نظام کے خلاف بغاوت کر دی۔ غیر فطری نظام سے بغاوت اور رد عمل بھی غیر فطری ہوتا ہے۔ تو اس بغاوت کے نتیجے میں کمیونزم وجود میں آیا جو روس کا لعنتی نظام ہے یہ سرمایہ داروں کا رد عمل ہے جو مارکس کے فلسفہ کی صورت میں ظاہر ہوا کہ بس سرمایہ دار سے سرمایہ اور زمیندار سے زمین چھین لو، دولت چھین لو، اس کیلئے لینن اور کال مارکس نے لاکھوں انسانوں کا خون بہایا۔ خلاصہ یہ کہ آج روس ہو امریکہ، سرمایہ داری ہو یا اشتراکیت دونوں جگہ روٹی کیلئے انسان ٹھوکریں کھائے ہیں مسئلہ پھر بھی حل نہیں ہوا جو کانوں موجود ہیں چین میں ان کے وہ سب کمیونٹی سنٹر اور نظام دیکھے ہیں وہاں صبح سے شام تک کام میں لگتے ہیں ۱۴، ۱۵، ۱۶ سال کی لڑکیاں سڑکوں پر کام کرتی ہیں ریڑھے چلاتی ہیں یہ عورتوں کے حقوق کی پامالی ہے اسلام نے انہیں آبگینہ قرار دیا ہے اور مردوں کے ذمہ ان کے حقوق کی ذمہ داری رکھی ہے آج کارخانوں کی آگ میں یہ زمین جلتی ہیں انکی نگاہوں میں فریاد ہے میں نے پوچھا تم کیا کھاتے ہو تو کہا ہمیں روٹی کا ایک پیڑا دیدیا جاتا ہے مغرب کو۔ یہ وہی بیل اور حیوان کی مثال ہوتی کہ سارا دن کام لو رات کو گھاس ڈال دو نہ سکون حاصل ہے نہ راحت نہ چین ہے نہ اطمینان۔ بہرحال وقت نہیں ہے انشاء اللہ بقیہ گذارشات دوسرے موقعہ پر عرض کروں گا۔

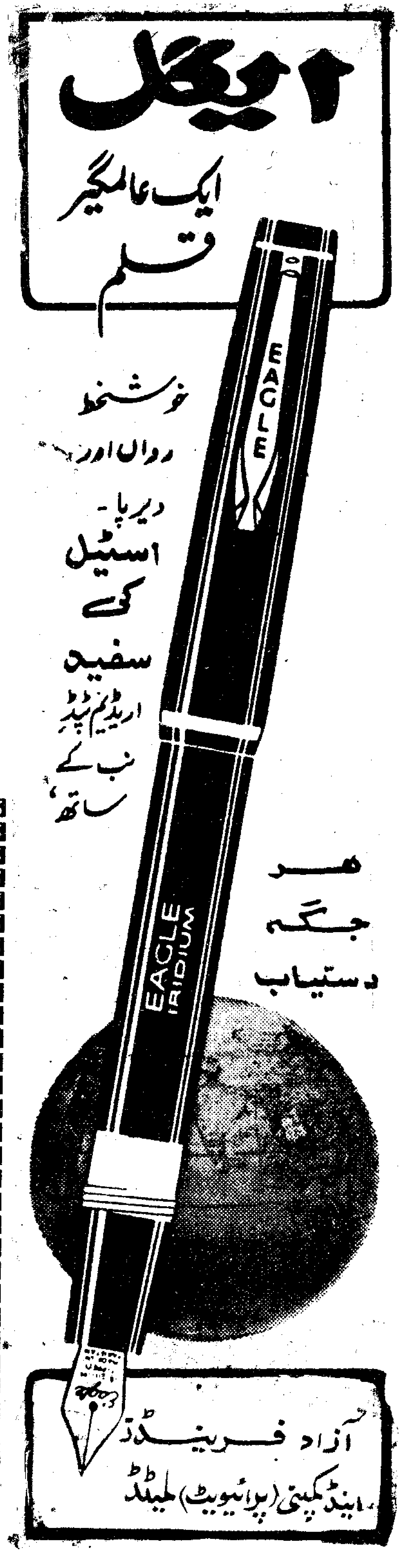

وضو قائم رکھنے کے لئے جوتے پہننا بہت ضروری ہے ہر مسلمان کی کوشش ہونی چاہیئے کہ اس کا وضو قائم رہے۔

سروس انڈسٹریز

پائیدار۔ دلکش۔ موزوں اور واجبی نرخ پر جوتے بناتی ہے

Servis

سروس شوز

قدم قدم حسین قدم قدم آرام